فتویٰ کا اسلامی منہج: مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ کے تناظر میں

Islamic Methodology of Fat□w□

(In the perspective of Majm□‘ Fat□w□ Ibn Taymiyyah)

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن*

ABSTRACT

Im□m Ibn Taymiyyah is a well-known scholar of Muslims. He was an ocean of knowledge and wisdom. His books prove his excellence He was born in 661 Hijrah in *Harr□n* (Syria). He learned every kind of knowledge especially religious knowledge i.e knowledge of Qur'□n, Tafs□r, Had□th, Fiqh, Jurisprudence, philosophy, inheritance law, mathematics, grammar, literature, and poetry etc. He wrote hundreds of books about the above mentioned fields. He was permitted to give *Fatw□* (verdict) in his early age. He was successful in achieving the position of *Ijtih□d* (authoritative interpretation of Islamic Law).

Ibn Taymiyyah Studied the Profound Books of religions and sects. Then he analyzed the works in the light of senior Imams and Qur□n and Sunnah. He is an extra ordinary person in his knowledge and writings. In brief we can say the fatw□s of Imam *Ibn Taymiyyah* have printed in thirty seven volumes. His first ratiocination in Fatwa is from the Holy Qur□n.

He presents the arguments from the Hadith and Sunnah of the Holy Prophet (S.A.W).He considered *Ijm□*‘ (consensus of Muslim opinion) as a proof of *Shar□'ah*. He presents the point of view of various schools of thought, He trusted in the books of ancient scholars. He also answers the anticipating ambiguity and complication. A few of his fatwas begin with all praise to Allah. His fatw□s are concordant with the life of the Muslims.

In this article a deep study of fatwa of *Ibn Taymiyyah* has been taken as a guideline for fatwa in Islamic methodology.

Keywords: *Ibn Taymiyyah, Majm□‘ Fat□w□, Methodology, Ratiocination, Ijm□‘, anticipating ambiguity.*

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور

امام ابن تیمیہ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ حران (شام کا ایک مقام) میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام احمد رکھا گیا، ابو العباس ان کی کنیت اور تقی الدین لقب تھا۔[۱] ان کے خاندان کی ایک بزرگ عورت جو بڑی صالحہ اور واعظہ تھی، اس کا نام تیمیہ تھا۔ اسی نسبت سے خاندان کا نام ابن تیمیہ مشہور ہو گیا۔[۲]

ا- امام ابن تیمیہ نے عربی ادب، صرف و نحو، معانی و بیان و بدیع، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، فرائض، حساب، جبر و مقابلہ، اقلیدس، فلسفہ، کلام اور منطق وغیرہ کی کتابیں مختلف اساتذہ وقت سے پڑھیں مگر ان فنون کی زیادہ تر کتابیں ذاتی مطالعہ اور غور وخوض کے ذریعے حل کیں۔[۳] ان سے دریافت کیا جاتا تو دیکھنے والا یہ خیال کرتا کہ کوئی بھی ان جیسا علم نہیں رکھتا۔[۴] آپ نے عقائد حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف اور دیگر بہت سے علوم کے بارے میں کثیر کتب تالیف کی ہیں۔ عقائد میں آپ نے بتیس کتب تالیف کیں، فقہ میں بائیس کتب، تصوف پر نو کتب، جدل اور دیگر فنون میں چار کتب، حدیث میں دو کتب اور تفسیر میں پانچ شامل ہیں۔[۵] مزید بر آں امام ابن تیمیہ ؒ نے کئی کتب و رسائل تصنیف کیے۔[۶] آپ کی وفات حران میں عید الفطر کے دن ہوئی۔[۷]

آپ کے شاگرد حافظ ابن کثیر ؒ لکھتے ہیں: "آپ ۷۲۸ھ میں دمشق کے قید خانے میں فوت ہوئے"۔[۸]

امام ابن تیمیہ ؒ نے کتب مذاہب کا گہرا مطالعہ کیا اور متاخرین کی تصنیفات کے بجائے متقدمین کی تصنیفات کی طرف رجوع کیا اور پھر تمام ائمہ کبار کے اقوال و آراء کو کتاب و سنت کی روشنی میں جانچا اور پرکھا۔[۹] ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اگر کوئی مفتی اپنے اجتہاد اور اپنی بصیرت کی بنا پر کسی ایسے قول کی تائید کر رہا ہے جو اپنے امام کے مشہور مسلک کے خلاف ہے تو وہ گویا اپنے ہی امام کے حکم کی پیروی کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر ایک امام کا یہی قول تھا کہ جب

---

(۱) محمد یوسف کوکن عمری، امام ابن تیمیہ، عبد السلام،، علامہ، نعمان پبلیکیشنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، ط:۲۰۱۴، ص:۵۳۳

(۲) مولانا محمد داؤد راغب رحمانی، ابن تیمیہ، عبد السلام، ابو البرکات، منتقی الاخبار، (مترجم)، دار الدعوۃ، شیش محل روڈ، لاہور، ط:۱، ۱۹۸۲ء، ۱/۳۳

(۳) ایضا، ۸۷

(۴) امام ابن تیمیہ، تقی الدین، التفسیر الکبیر، دار الکتب العربیۃ، بیروت، لبنان، ط:۱، ۱۹۸۸م، ۱/۴۲

(۵) التفسیر الکبیر، ۱/۵۶، ۵۹

(۶) دائرہ معارف اسلامیہ، رجسٹرار، دانش گاہ پنجاب، ط:۱۹۸۶ء، ۱/۴۵۵-۴۵۸

(۷) الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء،، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ط:۲، ۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۲ء، ۳/۲۹۳

(۸) ابن کثیر، عماد الدین، البدایۃ والنہایۃ، نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی، ط:۱، ۱۹۸۹ء، ۱۴/۱۵۸
جبکہ امام ذھبی نے آپ کا سن ولادت ۵۹۰ھ اور سن وفات ۶۵۲ھ لکھا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء:۲۳/۲۹۱، ۲۹۳)

(۹) امام ابن تیمیہ، ۵۳۳

صحیح حدیث مل جائے تو پھر ہمارے قول کو ترک کر دو۔[1]

فتویٰ کا مفہوم

فتوی کا لغوی معنی: چیز کے بارے میں حکم کو واضح کرنا ہے، چنانچہ المعجم الوسیط میں ہے:

"(اَفتی) فی المسألة:ابان الحکم فیه" [2]

ترجمہ: اس نے مسئلے کے بارے میں فتویٰ دیا یعنی اس کے بارے میں حکم کو واضح کیا۔

فیروز آبادی لکھتے ہیں:

"افتاه فی الأمر ابان له والفُتیا والفتوی و تُفتح ما افتی به الفقیه" [3]

ترجمہ: اس نے اسے کسی حکم کے بارے میں فتویٰ دیا یعنی اس کے لیے واضح کیا۔

اسی طرح فتیا اور فتویٰ کے الفاظ ہیں، اور فقیہ جس چیز کا فتویٰ دیتا ہے وہ چیز کھل جاتی ہے۔ **"افتاه فی الامر"** کا معنی ہے: **"ابان له"** یعنی اس نے اس کے لیے (حکم کو) واضح کر دیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ **"افتی الرجل فی المسئلة، و استفتیته فیها فافتانی افتاء"** یعنی آدمی نے مسئلے کے بارے میں فتویٰ دیا، اور میں نے اس سے اس مسئلے کے بارے میں فتویٰ دریافت کیا تو اس نے مجھے بھرپور فتویٰ دیا۔

راغب اصفہانی فتویٰ کے اصطلاحی معنیٰ بیان کرتے ہیں:

"الفُتیا والفتوی:الجواب عما یُشکل من الاحکام ویقال: استفتیته فأفتاني" [4]

ترجمہ: فتیا اور فتویٰ مشکل احکام کے بارے میں دیے جانے والے جواب کو کہتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ میں نے اس سے فتویٰ دریافت کیا تو اس نے مجھے فتویٰ دیا

ابن منظور فتویٰ کے اصطلاحی معنیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"الفُتیا تبیین المشکل من الاحکام" [5]

ترجمہ: فتویٰ سے مراد مشکل احکام کی وضاحت کرنا ہے۔

قرآن مجید میں "فتی" کے بہت سے مشتقات استعمال ہوئے ہیں۔

---

(۱) امام ابن تیمیہ، ۵٦٦

(۲) ابراھیم مصطفی، المعجم الوسیط، دار الدعوۃ، ۲/ ٦۷۳

(۳) ابن منظور الافریقی، لسان العرب، دار المعارف مصر، ۵/ ۳۳۴۸

(۴) الاصفہانی، حسین بن محمد الراغب، المفردات، المکتبۃ المرضویۃ، ایران، ۳۷۳

(۵) لسان العرب، ۱/ ٦۲۵

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ﴾ (۱)

ترجمہ: اور وہ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے! اللہ تمھیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے:

نیز ارشاد ہے۔

﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ﴾(۲)

ترجمہ: اور وہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے! اللہ تمھیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

﴿ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ ﴾(۳)

ترجمہ: میرے خواب کے بارے میں مجھے فتویٰ دو۔

﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا﴾(۴)

ترجمہ: تو ان سے پوچھیے کیا ان کا بنانا مشکل ہے یا جتنی مخلوق ہم نے بنائی ہے اس کا؟

بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

((وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَإِنْ أَفْتَاكَ عَنْهُ النَّاسُ))(۵)

ترجمہ: گناہ وہ ہے جو آپ کے سینے میں کھٹکے، اگرچہ لوگ آپ کو اس کے حق میں فتویٰ ہی کیوں نہ دے دیں۔

فقہاء کے نزدیک ''فتویٰ'' سے مراد شرعی دلائل کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکم کو بیان کرنا ہے۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں کہ ''مفتی امت میں نبی ﷺ کے قائم مقام ہے کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا ہے''۔(۶)

---

(۱) سورۃ النساء:۴/۱۲۷

(۲) ایضاً:۴/۱۷۶

(۳) سورۃ یوسف:۱۲/۴۳

(۴) سورۃ الصّٰفّٰت:۳۷/۱۱

(۵) احمد بن محمد، مسند احمد بن حنبل، المکتب الاسلامی، بیروت، ط:۲، ۱۹۷۸ء، ۴/۲۲۷

(۶) شاطبی، ابراہیم، ابو اسحاق، الموافقات فی اصول الشریعۃ، المطبعۃ الرحمانیۃ، مصر، ۴/۲۴۴

فتاویٰ کا آغاز اور اسلامی منہج

"فتاویٰ" کا آغاز عہد رسالت سے ہوتا ہے اور تاحال یہ سلسلہ جاری ہے۔ مگر فتاویٰ کے انداز اور طریقے بدلتے رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [1]

ترجمہ: پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتاویٰ جامع احکام پر مشتمل ہوتے تھے۔ جن سے روگردانی کی کوئی گنجائش نہ اُس وقت تھی، نہ اب ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس منصب پر فائز رہے۔ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین منصب افتاء پر فائز رہے۔

فتاویٰ کا اسلامی منہج یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن وسنت کے مطابق فتویٰ دیا جائے، اگر کسی حکم کے بارے میں قرآن کریم سے راہنمائی ملتی ہو تو قرآن کریم سے فتویٰ دیا جائے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وسنت سے فتویٰ دیا جائے۔ اگر کسی حکم کے بارے میں کتاب وسنت سے فتویٰ نہ مل سکے تو اجماعِ صحابہ کے مطابق فتویٰ دیا جائے۔ اگر اجماع امت سے مسئلے کا حل نہ ملے تو اجہاد واستنباط کے ذریعے مسئلے کا حل تلاش کیا جائے۔

ہر دور میں بہت سے علماء ایسے بھی رہے ہیں جنہوں نے فتاویٰ کی بنیاد کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور صحابہ کے فتاویٰ نیز ان کے اجماع پر رکھی۔ ان مفتیان کرام میں ایک نمایاں مقام شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جنہوں نے اپنے فتاویٰ کے ذریعے الحاد ودہریت اور شرک وبدعات کا قلع قمع کرنے کی بھرپور جدوجہد کی۔ اس مقالے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوبِ فتاویٰ پر بحث کی گئی ہے۔

مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

فتاویٰ ابن تیمیہ کو "مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ" کے نام سے عبد الرحمن بن محمد بن قاسم نے اپنے بیٹے محمد کی معاونت سے ترتیب دیا ہے۔ یہ فتاویٰ ۳۷ ضخیم جلدوں میں مطبوع ہے۔ "مجموع فتاویٰ" میں مختلف موضوعات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۴/ ۵۹

جلد۱: توحید الألوھیۃ،۲: توحید الربوبیۃ،۳: مجمل الاعتقاد،۴: مفصل الاعتقاد،۵۔۶: توحید الأسماء و الصفات،۷: الایمان ،۸: القدر،۹: المنطق،۱۰: علوم السلوک،۱۱: التصوت،۱۲: القراٰن کلام اللہ،۱۳: أصول التفسیر،۱۴۔۱۷: التفسیر ،۱۸: الحدیث،۱۹۔۲۰: أصول الفقہ ۲۱۔۳۰:الفقہ (الطھارۃ، الصلاۃ، سجود السھو،صلاۃ التطوع، صلاۃ الجماعۃ، الامامۃ،صلاۃ أھل الأعذار، صلاۃ الجمعۃ،صلاۃ العیدین،صلاۃ الکسوف،کتاب الجنائز، زیارۃ القبور، کتاب الزکوۃ، کتاب الصیام، الحج، الزیارۃ، الجھاد، السیاسۃ الشرعیۃ، الصلح، البیع، الحجر، الوکالۃ، الشرکۃ، المساقاۃ، الاجارۃ، وضع الجوائح، العاریۃ، الغصب، المظالم المشترکۃ، الشفعۃ، الودیعۃ، احیاء الموات، اللقطۃ) ۳۱: کتاب الوقف،کتاب الوصایا،کتاب الفرائض،العتق،۳۲: النکاح،۳۳: الطلاق، ۳۴: الظھار، الرضاع،النفقات، الحضانۃ، الجنایات، الحدود،التعزیر ؛ ۳۵:الخلافۃ و الملک، قتال أھل البغی، حکم المرتد، کتاب الأطعمۃ،الذکاۃ،الأیمان و النذور، القضاء، الشھادات، القسمۃ ۳۶۔۳۷: الفھارس العامۃ والتقریب.

قاضی شرف الدین المقدسی الشافعی ؒ (م: ۶۹۴ھ) نے امام ابن تیمیہ ؒ کو ان کی غیر معمولی لیاقت اور قابلیت کی بناپر ان کی کم سنی (۱۷یا۱۹ سال کی عمر) میں ہی فتویٰ دینے کی اجازت دی تھی۔ ان کو اس بات پر بہت فخر تھا کہ انہوں نے سب سے پہلے امام ابن تیمیہ ؒ جیسے لائق و قابل عالم کو فتویٰ دینے کی اجازت دی تھی۔[1]

امام ابن تیمیہ ؒ سب سے پہلے قرآن مجید سے استدلال کرتے۔ مضمون سے متعلق تمام آیات کو یکجا کرتے اور ان کے الفاظ سے معانی کی تعیین کرتے، پھر سنت اور حدیث سے استنباط کرتے۔ حدیث کے راویوں پر جرح کرتے اور روایت کے لحاظ سے پرکھتے، پھر صحابہ کے طریق اور ائمہ اربعہ اور دیگر معروف ائمہ اماموں کے اقوال زیر بحث لاتے۔ آپ نے فتویٰ دیتے ہوئے درج ذیل امور اور اسالیب کو مد نظر رکھا ہے:

۱۔ قرآن مجید سے استدلال،۲۔ حدیث و سنت سے استدلال،۳۔اجماعِ امت سے استدلال،۴۔ فقہی مسالک کا تذکرہ،۵۔متقدمین کی تصانیف پر اعتماد،۶۔ متوقع اشکال کا جواب،۷۔ الحمد للہ سے آغاز،۸۔ مفصل اور مختصر جواب،۹۔ اہل اسلام کی زندگی سے مربوط فتاویٰ ان نکات کی تفصیل ملاحظہ کیجیے:

قرآن مجید سے استدلال

امام ابن تیمیہ ؒ فتویٰ دیتے وقت سب سے پہلے قرآن مجید سے استشہاد کرتے۔ البتہ اگر کسی مسئلہ کے بارے میں قرآن سے کوئی دلیل نہ ملتی تو حدیث وسنت سے آغاز کرتے۔

(۱) البدایۃ والنہایۃ، ۳/۳۹۶

مثال نمبر۱: بارہ اماموں کے عدم معصوم ہونے کے بارے میں قرآن کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (۱)

ترجمہ: ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اختلاف کے وقت اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کا حکم دیا جب کہ معصوم تو صرف حق بات ہی کہتا ہے۔"(۲)

نیز فرماتے ہیں: کہنے والے کی ہر بات بلا دلیل ماننا ضروری نہیں، یہ مقام رسول کے ہی لائق ہے اور انہی کے لیے درست ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(۳)

ترجمہ: پس نہیں! آپ کے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ آپ کو اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو آپ فیصلہ کریں اور تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾(۴)

---

(۱) سورۃ النساء: ۴/ ۵۹

(۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہ، عبد الرحمن بن محمد العاصمی، مجموع فتاویٰ، ادارات البحوث العلمیۃ والافتاء، الریاض، ط:۱، ۱۳۹۸ھ، ۳/ ۱۲۱

(۳) سورۃ النساء: ۴/ ۶۴

(۴) سورۃ النساء: ۴/ ۶۵

ترجمہ: ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تا کہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾[۱]

ترجمہ: اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔

اگر غیر نبی بھی امر و نہی میں معصوم ہو تو وہ پھر رسول کے مقام و مرتبہ پر فائز ہوا اور اس کی اطاعت کرنے والے پر جنت واجب ہوگی اور نافرمانی کرنے والے پر جہنم واجب... بلکہ جو اس کی اطاعت کرے وہ مؤمن جب کہ نافرمانی کرنے والا کافر ہوگا۔ اس طرح یہ (جن کو معصوم کہا جاتا ہے) بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے جو نبی ﷺ کے فرمان "لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ "[۲] ترجمہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں کے منافی ہے۔

مثال نمبر ۲: اگر مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو وہ اس بنیاد پر دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے۔

چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

قرآن نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ مؤمنوں کا آپس میں لڑ پڑنا انہیں ایمان سے خارج نہیں کرتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ﴾[۳]

ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو۔

"آپس کی لڑائی اور سرکشی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مومن اور بھائی ہی قرار دیا ہے"۔[۴]

مثال نمبر ۳: امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ سے سوال کیا گیا کہ نیک لوگوں سے جو فتنہ و فساد اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی حرمت پامال کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے قرآن سے استدلال کرتے ہوئے جواب دیا:

"یہ اور اس طرح کے دیگر فتنے شدید حرام ہیں اور بڑی بڑی منکرات میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ الاسراء:۱۷/۱۵

(۲) السجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داود، کتاب الفتن، والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلھا، دار السلام، لاہور، حدیث: ۴۲۵۲، ط: ۱۴۲۷ھ، ۴/۲۶۶

(۳) سورۃ الحجرات:۴۹/۹۔۱۰

(۴) مجموع فتاویٰ:۵/۱۷، ۲۷

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ o وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ﴾[1]

ترجمہ: ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہر گز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آچکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔

جو لوگ فرقوں میں بٹ گئے اور انہوں نے اختلاف کیا حتیٰ کہ ان سے کفریہ کام بھی سرزد ہوئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))[2]

ترجمہ: میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

---

(۱) سورۃ آل عمران:۳/ ۱۰۲۔۱۰۶

(۲) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الانصات للعلماء مکتبہ اسلامیہ، لاہور، حدیث:۱۲۱، ط:۲۰۰۹، ۱/ ۲۰۶

لہٰذا مسلمانوں کو قتل کرنا کفر ہے اگرچہ مسلمان کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہا جاتا۔ تو یہ مسلمانوں کی آپس میں لڑنے والی دو جماعتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ مؤمن ہیں، جب وہ آپس میں لڑیں تو ان کی صلح کروانے کا حکم دیا اور اصلاح قبول نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں عدل کے ساتھ صلح کروانے کا حکم دیا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کروانا واجب ہے"۔[1]

مثال نمبر۴: ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ماضی و مستقبل کے سورج اور چاند گرہن کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ایک حساب کے مطابق چلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ﴾[2]

ترجمہ: اور اس نے رات کو آرام اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴾[3]

ترجمہ: سورج اور چاند ایک حساب سے (چل رہے) ہیں۔

اور فرمایا:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ﴾[4]

ترجمہ: وہ آپ سے نئے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں۔

مثال نمبر۵: کسی آدمی نے امام موصوف سے پوچھا کہ اگر میں ہر طرح کے بُرے کام کروں جب کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار بھی کروں تو کیا یہ درست ہے کہ میں جنت میں داخل ہوں گا اور جہنم میں داخل نہیں ہوں گا؟ تو آپ نے جواب دیا: جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ انسان صرف کلمہ پڑھنے سے جنت میں داخل ہو جائے گا اور کسی صورت میں بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا، یہ (ایسا کہنے والا) گمراہ ہے، کتاب و سنت اور مسلمانوں کے اجماع کا مخالف ہے۔ یہ کلمہ تو ان منافقین

---

(۱) مجموع فتاویٰ، ۳۵/۷۹۔۸۰

(۲) سورۃ الانعام: ۶/۹۶

(۳) سورۃ الرحمٰن: ۵۵/۵

(۴) سورۃ البقرۃ: ۲/۱۸۹

نے بھی کہا تھا جو جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے اور وہ بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ حالانکہ منافقین روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ لیکن یہ اعمال ان سے قبول نہیں کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴾[(۱)]

ترجمہ: بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴾[(۲)]

ترجمہ: بے شک اللہ منافقوں اور کافروں، سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا ﴾ [(۳)]

ترجمہ: جس دن اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے، رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں دوڑ رہا ہو گا، وہ کہہ رہے ہوں گے: ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دیجیے۔

حدیث وسنت سے استدلال

قرآن سے استدلال کے ساتھ ساتھ وہ حدیث وسنت سے بہت زیادہ استدلال کرتے تھے۔ ایک ایک مسئلے کے حل کے لیے دسیوں بیسیوں احادیث نقل کر دیتے ہیں۔

۱۔ کاہنوں اور نجومیوں کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) سورۃ النساء: ۴/ ۱۴۲

(۲) أیضا، ۴/ ۱۴۰

(۳) سورۃ التحریم: ۶۶/ ۸

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَتَى عَرَّافًا يَسْأَلُهُ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً))[۱]

ترجمہ: جو شخص کسی عراف کے پاس آکر کسی چیز کے بارے میں پوچھے اس کی چالیس رات تک نماز قبول نہیں ہوتی۔

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) جب اُس سے صرف پوچھنے پر اس قدر وعید ہے تو جس سے پوچھا جاتا ہے وہ کتنا بڑا مجرم ہو گا؟ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اپنی صحیح میں معاویہ بن حکم سلمی سے روایت ذکر کی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کئی کام ہیں جو ہم جاہلیت میں کرتے تھے، ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَلَا تَاتُوا))[۲] ان کے پاس نہ جاؤ۔

صحیح بخاری میں ہے:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ ثَمَنِ الكَلْبِ، وَمَهْرِ البَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الكَاهِنِ))[۳]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی اجرت سے منع کیا ہے۔

صحیحین میں زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ میں خطبہ دیا جبکہ رات کو بارش ہو چکی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَتَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟. قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَقَالَ: " قَالَ اللَّهُ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِي،فَأَمَّا مَنْ قَالَ:مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَبِرِزْقِ اللَّهِ وَبِفَضْلِ اللَّهِ،فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِي، كَافِرٌ بِالكَوْكَبِ))[۴]

ترجمہ: جانتے ہو کہ آج رات تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:) میرے بندوں میں سے کچھ مجھ پر ایمان لائے ہیں اور کچھ کافر ہو گئے ہیں۔ جس نے کہا کہ ہمیں اللہ کے فضل اور رحمت سے بارش ملی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لائے اور ستاروں کے کافر ہوئے ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، حدیث: ۲۱۶۰، ۱/ ۳۰۳

(۲) ایضاً، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان، ۲/ ۲۳۲

(۳) صحیح بخاری، کتاب الاذان، مایستقبل الامام الناس اذا سلم، حدیث: ۸۴۶، ۱/ ۶۶۱۔ ۶۶۲

(۴) ایضاً، کتاب الاذان، مایستقبل الامام الناس اذا سلم، حدیث: ۸۴۶، ۱/ ۶۶۱۔ ۶۶۲

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ بَرَكَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيقٌ مِنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِينَ، يُنْزِلُ اللهُ الْغَيْثَ فَيَقُولُونَ: الْكَوْكَبُ كَذَا وَكَذَا))(۱)

ترجمہ: جب بھی اللہ آسمان سے برکت نازل کرتا ہے تو کچھ لوگ کافر بن جاتے ہیں۔ اللہ بارش نازل کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔

۲۔ امام صاحب سے اس مہمان کے بارے میں سوال کیا گیا جو کسی قوم کے پاس جاتا ہے، اس کے اپنے کھانے اور سواری کے چارے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ لوگوں نے اسے کھانا اور چارا بیچنے سے انکار کر دیا اور مہمان نوازی کرنے سے بھی انکار کر دیا تو اسے اور اس کی سواری کو ضرر (نقصان) کا سامنا کرنا پڑا تو کیا اس کے لیے اتنا کچھ لینا جائز ہے جو اس کا گزارا کرے؟

تو انہوں نے جواب دیا: جب وہ مجبور ہے اور ان کے پاس مال ہو لیکن وہ اسے نہ کھلائیں تو وہ اپنی ضرورت کے لیے ان کی اجازت کے بغیر لے سکتا ہے اور انہیں ثمن مثل ادا کر دے۔ اگر وہ مسافر ہو تو ان کے لے لازم ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ اگر وہ اس کی ضیافت کی استطاعت رکھتے ہوں مگر اس کی ضیافت نہ کریں تو ان کی اجازت کے بغیر بقدرِ ضرورت ضیافت لے سکتا ہے اور اس پر کوئی قدغن نہیں۔ اس کے بعد امام صاحب نے احادیث کی روشنی میں مہمان نوازی کو واجب قرار دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَيُّمَا رَجُلٍ أَضَافَ ضَيْفًا، فَأَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُومًا، فَإِنَّ حَقًّا عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ نُصْرَتُهُ حَتَّى تَأْخُذُوا لَهُ بِقِرَى اللَّيْلَةِ مِنْ زَرْعِهِ وَمَالِهِ))(۲)

ترجمہ: جو شخص کسی قوم کے پاس (بہ بطور مہمان) جائے تو ان کے ذمے ہے کہ وہ اس کی مہمانی کریں، اگر وہ اس کی مہمانی نہ کریں تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان کی کھیتی اور مال میں سے اپنی مہمانی کے برابر کچھ لے لے۔

۳۔ مسلمانوں کے جو گروہ آپس میں لڑ پڑتے ہیں، ان کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک جماعت دوسری کو قتل کر دیتی ہے، کیا قتل ہونے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اَلقَاتِلُ وَالمَقتُولُ فِي النَّارِ" (قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں) کے مطابق جہنمی ہوں گے یا نہیں؟ کیا شکست خوردہ مقتولین کے بارے میں معرکے میں قتل

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، حدیث: ۲۱۶۰، ۱/ ۳۰۳

(۲) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیۃ، حدیث: ۳۰، ۱/ ۳۸

ہونے کا حکم لگایا جائے گا یا نہیں؟

تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ نے جواب دیا: اگر شکست خوردہ گروہ توبہ کی نیت سے حرام لڑائی سے پیچھے ہٹ جائے تو اس پر جہنمی ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کر دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ صرف کمزوری کی وجہ سے ہزیمت اختیار کرے اور جب اپنے مدمقابل کو قتل کرنے کی طاقت رکھے تو قتل کر دے تو وہ جہنمی ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا، فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قَالَ فَقُلْتُ: أَوْ قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ هَذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: إِنَّهُ قَدْ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ))(۱)

ترجمہ: جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! یہ قاتل تو (جہنمی) ہوا مقتول کیوں؟ آپ نے فرمایا: (اس لیے کہ) وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

تو جب مقتول جہنمی ہے تو شکست خوردہ (قاتل) تو بدرجہ اولیٰ جہنمی ہے۔ مقتول کو جو ضرر پہنچا ہے وہ مہزوم (شکست خوردہ) کو نہیں پہنچا نیز مقتول کا برا عمل اس کی موت کے ساتھ ہی منقطع ہو گیا جب کہ دوسرا (قاتل) بہت بڑی خباثت پر ہی ہوا ہے۔(۲)

۴۔ سورج اور چاند گرہن کے بارے میں غلط تصور کا رد کرتے ہوئے امام صاحب نے حدیث مبارک سے استدلال کر کے فرمایا کہ احادیث صحیحہ جن پر علماء متفق ہیں، سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے سورج اور چاند گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ نیز آپ نے دعا و استغفار، صدقہ اور غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ نیز فرمایا:

((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنَ آيَاتِ اللهِ. لاَ يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلاَ لِحَيَاتِهِ))(۳)

ترجمہ: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو گرہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا۔

آپ نے یہ ان جہلاء کی تردید میں فرمایا ہے جنہوں نے کہا تھا کہ سورج گرہن ابراہیم بن محمد ﷺ کی وفات کی وجہ سے لگا ہے، کیونکہ اس کو گرہن ابراہیم کی وفات کے دن لگا ہے۔ جس طرح بڑے لوگوں کی وفات پر لوگوں پر

(۱) سنن ابو داؤد، کتاب الکھانۃ والتطیر، باب فی النجوم، حدیث: ۳۹۰۵، ۴/ ۶۲

(۲) مجموع فتاویٰ، ص: ۳/ ۵۲

(۳) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، حدیث: ۲۱۶۰، ۱/ ۳۰۳

مصائب آجاتے ہیں تو آپ ﷺ نے واضح کیا کہ اہل زمین میں سے کسی کی موت پر بھی سورج کو گرہن نہیں لگتا اور نہ کسی کے پیدا ہونے کی وجہ سے لگتا ہے۔[۱]

آپ ﷺ نے اس بات کی نفی کی کہ موت و حیات کا سورج اور چاند گرہن میں کوئی اثر ہے اور بتایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں اور وہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔

۵۔ صدق دل سے لا الہ الا اللہ کہنے والا اور اس پر وفات پانے والا دائمی جہنمی نہیں خواہ اس نے کتنے ہی برے اعمال کیے ہوں۔ اس سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا وہ دائمی جہنمی نہیں ہو گا، جیسا کہ صحیح احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ مگر جو اہل قبلہ فاسق یعنی چوری، بدکاری، شراب نوشی کرنے والے سود اور یتیم کا مال کھانے والے جو جہنم میں داخل ہوں گے، جب ان کو اپنے گناہوں کے بقدر سزا مل جائے گی تو ان کو جہنم سے نکال لیا جائے گا صحیح احادیث میں بیان ہوا ہے:

((مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰی کَعْبَیْهِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰی رُکْبَتَیْهِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰی حَقْوَیْهِ۔وَمَکَثُوْا فِیْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ یَمْکُثُوْا،أُخْرِجُوْا بَعْدَ ذٰلِکَ کَالْحُمَمِ فَیُلْقُوْنَ فِیْ نَهَرٍ یُقَالُ لَهُ: اَلْحَیَاةُ، فَیَنْبُتُوْنَ فِیْهِ کَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِیْ حَمِیْلِ السَّیْلِ وَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مَکْتُوْبٌ عَلٰی رِقَابِهِمْ: هٰؤُلَاءِ الْجَهَنَّمِیُّوْنَ عُتَقَاءُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ))[۲]

ترجمہ: آگ نے بعض لوگوں کو ان کے ٹخنوں تک لپیٹ میں لے رکھا ہو گا، بعض کو گھٹنوں تک اور بعض وہ ہوں گے جو تہبند باندھنے کی جگہ تک آگ میں گرفتار ہوں گے، جب اللہ چاہے وہ اس میں رہیں گے، بعد ازاں جب انہیں نکالا جائے گا تو کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر انہیں ایک نہر میں ڈالا جائے گا جسے نہر الحیاۃ (زندگی کی نہر) کہا جاتا ہے، تو وہ یوں اگ پڑیں گے جیسے پانی کے بہاؤ کے کنارے دانہ اگ پڑتا ہے، وہ اس حالت میں جنت میں داخل ہوں گے کہ ان کی گردنوں پر یہ لکھا ہو گا: یہ جہنمی ہیں جنہیں اللہ نے آگ سے رہائی دے دی ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فتویٰ میں جو احادیث استدلال کے لیے نقل کرتے ہیں وہ زیادہ تر صحیحین کی ہوتی ہیں۔ صحیحین کے علاوہ جو احادیث بیان کرتے ہیں ان کی اسنادی حیثیت بھی عام طور پر واضح کرتے ہیں امام ابو داؤد رحمۃ اللہ نے اپنی سنن میں حسن سند کے ساتھ قبیصہ بن مخارق (ہلالی) سے روایت کیا ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ

(۱) مجموع فتاویٰ، ۵/ ۱۶۸، ۱۶۹

(۲) البیہقی، احمد بن حسین بن علی، ابو بکر، السنن الکبریٰ، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۰/ ۲۵۲

نے فرمایا:

((إِنَّ الْعِيَافَةَ، وَالطِّيَرَةَ، وَالطَّرْقَ مِنَ الْجِبْتِ))[۱]

ترجمہ: عیافہ (زمین پر لکیریں کھینچنا، بدشگونی اور طرق (فال کے لیے پرندے اڑانا) کہانت ہے۔

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر (محدثین) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا اقْتَبَسَ رَجُلٌ عِلْمًا مِنَ النُّجُومِ،إلا اقْتَبَسَ بِهَا شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ، مَا زَادَ زَادَ))[۲]

ترجمہ: جس نے علم نجوم تھوڑا سا بھی سیکھا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھ لیا، جتنا زیادہ (ستاروں کا علم) سیکھے گا اتنا زیادہ (جادو سیکھنے والا شمار) ہو گا۔

ایک اور مسئلے کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جو فقہاء کی زبانوں پر مشہور ہے کہ ((اَلْبَیِّنَةُ عَلٰی مَنِ ادَّعٰی وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ)) [۳]

ترجمہ: مدعی ثبوت پیش کرے اور مدعا علیہ اگر انکاری ہو تو قسم اٹھائے۔

مگر اس کی سند صحت و شہوت دیگر روایات کے پائے کی نہیں اور نہ مشہور سنن کے ائمہ میں سے اسے کسی نے روایت کیا ہے۔"[۴]

ایک حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

((اِذَا اُقْتُتِلَ خَلِیفَتَانِ فَاَحَدُهُمَا مَلعُون))

ترجمہ: جب دو خلفاء آپس میں لڑ پڑیں، تو ان میں سے ایک ملعون ہوتا ہے۔

جھوٹ اور من گھڑت ہے، محدثین میں سے کسی نے بھی اسے روایت نہیں کیا، اسلام کے قابل اعتبار مجموعوں میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔" [۵]

---

(۱) سنن ابوداؤد، کتاب الکھانۃ والتطیر، باب فی النجوم، حدیث:۳۹۰۵، ۶۲/۴

(۲) ایضا، ۱۹۲/۳۵

(۳) مجموع فتاویٰ، ۷۲/۳۵

(۴) ایضا، ۳۹۱/۳۵

(۵) ایضاً: ۷۲/۳۵

اجماعِ امت سے استدلال

کتاب و سنت سے استدلال کے ساتھ ساتھ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اجماع سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اہل کتاب کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ ان کے ذبائح اور عورتوں کا حلال ہونا کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے، اور جب اس قول سے کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہونے والے امر کا رفع ہونا لازم آتا ہو تو اس کا باطل ہونا مسلم ہو گا، مسلمان ہر زمانے اور ہر شہر میں ان (اہل کتاب) کے ذبائح کھاتے رہے ہیں، جو اس کا انکار کرے اس نے مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کی۔ [۱]

جادو کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جادو کتاب و سنت اور اجماع سے حرام قرار دیا گیا ہے۔ [۲]

فقہی مسالک کا تذکرہ

دوران فتویٰ بسا اوقات آپ مختلف مکاتب فکر کے عقائد و نظریات بھی پیش کرتے ہیں اور ان میں کتاب و سنت کی بنیاد پر محاکمہ بھی کرتے ہیں۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا البغاۃ اور الخوارج مترادف الفاظ ہیں یا ان میں کوئی فرق ہے؟ ان پر جاری ہونے والے احکام میں شریعت کی روشنی میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر کوئی دعویٰ کرنے والا یہ دعویٰ کرے کہ ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ ان میں صرف نام کا ہی فرق ہے اور اس کے مخالف نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل شام اور اہل نہروان میں فرق کیا تھا، کیا حق مدعی کے ساتھ ہے یا اس کے مخالف کے ساتھ؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کہنے والے کا یہ کہنا کہ ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ ان دونوں میں صرف نام کا ہی فرق ہے یہ دعویٰ باطل ہے۔ کیوں کہ فرق کی نفی کرنے والے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ و دیگر ائمہ کے ساتھیوں میں سے چند اہل علم ہیں۔ اکثر مصنّفین جو "قتال اهل البغی" کے بارے میں لکھنے والے ہیں وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مانعین زکوۃ سے لڑائی، خارجیوں سے لڑائی اور اہل جمل و صفین اور دیگر اسلام کی طرف منسوب لوگوں کی لڑائیوں کو "قتال اهل البغی" میں ہی شمار کرتے ہیں۔ پھر وہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ دیگر کی طرف کفر اور فسق کو منسوب کرنا جائز نہیں۔ بلکہ وہ مجتہد ہیں ان سے درست عمل سرزد ہو یا غلط، ان کے گناہ بخشے جا چکے ہیں۔ اہل سنت عدالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر متفق ہیں۔ جمہور اہل علم سرکش خارجیوں، جمل و صفین میں شریک ہونے والوں اور جمل و صفین کے علاوہ لوگوں میں فرق کرتے ہیں جن کو تاویل کرنے والے باغیوں میں شمار کیا جائے گا۔ یہی بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشہور چلی آ رہی ہے۔ اسی پر اکثر محدثین، فقہاء اور متکلمین

---

(۱) ایضاً: ۳۵/ ۲۳۲

(۲) ایضاً: ۵/ ۱۷۱

ہیں۔ اسی پر اکثر ائمہ اور ان کے پیروکاروں کے دلائل ہیں یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ اصحاب کے۔"(۱)

اس کے بعد امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے خارجیوں کے بارے میں احادیث میں بیان ہونے والی پیش گوئیوں اور اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں صحیح موقف بیان کرتے ہوئے اور ان میں اور دیگر باغیوں میں واضح فرق بیان کیا ہے۔(۲)

متقدمین کی تصانیف پر اعتماد

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے متقدمین کی تصنیفات پر اعتماد کیا ہے۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانے تک جتنی فقہی کتب لکھی جاچکی تھیں ان میں سے بیشتر اہم کتب ان کی نظر سے گزر چکی تھیں، متاخرین نے بعض ائمہ کی طرف جو باتیں منسوب کی تھیں ان کی نشاندہی آپ نے متقدمین کی تصانیف کی روشنی میں کی ہے۔ اسی طرح آپ نے ناقابل اعتماد کتب کی نشاندہی بھی کی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اُن کے احوال جانتے ہیں کہ ان کی طرف بہت سی غلط باتیں منسوب کی گئی ہیں جیسے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف بہت سی جھوٹی باتیں منسوب کی گئی ہیں حتیٰ کہ بعض گھٹیا حرکات بھی ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ اسی طرح "**الجدول**" کو ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس پر روافض کی ایک جماعت نے گمراہی کی بنیاد رکھی ہے۔ اسی کتاب "**الجفر والطبطاقة والهفت**" بھی ان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹ منسوب کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ "رسائل اخوان الصفا" کو ان کی طرف منسوب کیا گیا یہ حد درجے کی جہالت ہے۔(۳)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان میں ایسے مسائل بھی بیان ہوئے ہیں جو مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں سب کے ادیان کے خلاف ہیں۔ اس میں انبیاء کی شریعتوں کو تبدیل کیا گیا۔ نیز یہ ان کا جھوٹ ہے کہ یہ "رسائل" حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہیں۔ علماء جانتے ہیں کہ یہ تیسری صدی کے بعد قاہرہ کی تعمیر کے زمانے میں وضع کیے گئے اور اس کے وضع کرنے والے اسلام پر آنے والے حادثے یعنی نصاریٰ کے غلبے کا ذکر کیا جو شام کے ساحلوں پر ہوا اسی طرح کے کئی اور بڑے بڑے واقعات جو تیسری صدی کے بعد رونما ہوئے، بیان کیے گئے ہیں اور

---

(۱) مجموع فتاویٰ، ۳۵/ ۵۳، ۵۴

(۲) ایضاً، ۳۵/ ۵۴، ۵۷

(۳) ایضاً، ۳۵/ ۱۸۳

جعفر بن محمد قاہرہ کی بنیاد رکھنے سے دو صدیاں پہلے ۱۴۸ھ کو فوت ہوئے۔ جب کہ قاہرہ کی بنیاد ۳۶۰ھ کے لگ بھگ رکھی گئی جیسا کہ "تاریخ الجامع الازہر" میں ہے۔[۱]

متوقع اشکال کا جواب

سوال کا جواب دیتے ہوئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ متوقع اشکال کا حل بھی پیش کر دیتے ہیں۔ اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کہا جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد

﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ﴾[۲]

ترجمہ: جو لوگ کتاب دیے گئے ہیں ان کا طعام (ذبیحہ) تمھارے لیے حلال ہے۔

پھلوں اور اناج کے بارے میں ہے تو کہا جائے گا یہ کئی وجوہات کی بنیاد پر غلط ہے:

اولاً: اہل کتاب، مشرکین اور مجوس سب کا پھل اور اناج مسلمانوں کے لیے جائز ہے تو اہل کتاب کے "طعام" کی تخصیص کا کوئی فائدہ نہیں۔

ثانیاً: "طعام" کی نسبت جو اہل کتاب کی طرف کی گئی ہے وہ تقاضا کرتی ہے کہ یہ "طعام" ان کے فعل سے بنا ہوا ہو اور یہ ذبیحہ میں ہی ہوتا ہے کہ جانور ذبح کرنے سے گوشت میں تبدیل ہوتا ہے۔ لیکن پھل تو اللہ تعالیٰ نے "طعام" کی شکل میں ہی پیدا کیے ہیں جو کسی آدمی کے فعل سے "طعام" نہیں بنتے۔

ثالثاً: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں کی حلت کے ساتھ "طعام" (ذبیحہ) کی حلت کا ذکر کیا ہے۔ ہمارا ذبیحہ ان کے لیے اور ان کا ذبیحہ ہمارے لیے جائز قرار دیا۔ یہ بات معلوم ہے کہ عورتوں کا حکم اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے نہ کہ مشرکین کے بارے میں، یہی حکم طعام (ذبیحہ) کا ہے۔ جب کہ پھل اور گلہ اہل کتاب کے ساتھ خاص نہیں (کہ ان کا ہی حلال ہو)۔

نیز ایک صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اہل کتاب کے ذبیحہ میں سے کھایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ کیا، اسی طرح کے کئی اور دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔[۳]

ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

---

(۱) ایضاً، ۳۵/۳۴

(۲) سورۃ المائدۃ: ۵/۵

(۳) مجموع فتاویٰ، ص: ۲۱۸

اگر کہا جائے کہ یہ آیت ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾(۱) ترجمہ:ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ﴾(۲)

ترجمہ:مشرکات سے نکاح نہ کرو جب تک کہ ایمان نہ لے آئیں۔

اور فرمایا:

﴿ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾(۳)

ترجمہ:کافرہ عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکو۔ کے خلاف ہے تو اس کا جواب تین طرح ہے۔ پھر انہوں نے مفصل جواب دیا۔(۴)

الحمدللہ سے آغاز

امام موصوف عام طور پر جواب کا آغاز الحمدللہ سے کرتے ہیں۔ گھوڑے کا گوشت کھانے کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا:

"الحمدللہ! یہ جمہور علماء کے نزدیک حلال ہے، جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، صاحبین اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء حدیث کا موقف ہے۔" صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے خیبر کے سال گدھوں کا گوشت حرام قرار دیا اور گھوڑوں کا گوشت مباح قرار دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گھوڑا ذبح کیا اور آپ نے اس کا گوشت کھایا۔"(۵)

مختصر وجامع جواب

آپ عام طور پر ہر سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہیں اور کوئی بھی گوشہ تشنہ نہیں رہنے دیتے۔ مثلاً آپ سے

(۱) سورۃ المائدۃ:۵/۵
(۲) سورۃ البقرۃ:۲/۲۲۱
(۳) سورۃ الممتحنۃ:۶۰/۱۰
(۴) مجموع فتاویٰ،۳۵/۲۱۳۔۲۱۶
(۵) ایضاً،۳۵/۲۰۸، نیز دیکھیے،۳۵/۲۰۲،۲۰۵،۲۰۹،۲۱۰

اہل کتاب کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے اکیس صفحات پر مشتمل مدلل جواب دیا۔ (۱)

بعض دفعہ آپ بالکل مختصر جواب دیتے ہیں۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کی اونٹنی نے مادہ بچہ جنا اور اونٹنی مر گئی، اونٹنی کے بچے کو اس آدمی کی بیوی نے دودھ پلا دیا تو کیا اس (اونٹنی کے مادہ بچے کا جواَب جوان اونٹنی ہے) کا دودھ پینا اور گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: "الحمد للہ! ہاں، یہ اس کے لیے جائز ہے۔" (۲)

اہل اسلام کی زندگی سے مربوط فتاویٰ

آپ کے فتاویٰ میں تمام شرعی احکام مسلمانوں کی زندگی سے مربوط ہیں۔ آپ نے سوال کا جواب اہل اسلام کی زندگی پر منطق کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح سائل اس جواب کو اپنے غلط مقاصد کے لیے استعمال نہ کر سکتا۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس اسلوب فتاویٰ کو ان کے شاگرد حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سراہا ہے اور کئی ایک مثالیں بھی دی ہیں جو اِس اسلوب کو واضح کرتی ہیں۔ (۳)

خلاصہ بحث

فتویٰ سے مراد کسی شرعی کلیہ اور مشکل احکام کی وضاحت کرنا ہے۔ یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ فتیا اور فتویٰ مشکل احکام کے بارے میں دیے جانے والے جواب کو کہتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے فتاوی تالیف کیے، ان کے یہ فتاوی سینتیس جلدوں میں مطبوع ہیں۔ ان فتاویٰ سے ان کی علمی قابلیت و لیاقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ بحر العلوم تھے، آپ نے مختلف فنون میں متعدد کتب تالیف کیں۔ ان کتب سے آپ کی فقاہت اور اجتہادی بصیرت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے فتاویٰ میں سلف صالحین کا منہج اختیار کیا، آپ فتویٰ دیتے ہوئے سب سے پہلے قرآن مجید اور حدیث و سنت سے استدلال کرتے۔ اجماع کو حجت شرعی مانتے ہوئے اُسے بھی بہ طور دلیل پیش کرتے۔ فتویٰ میں مختلف فقہی مکاتب فکر کا بھی تذکرہ کرتے۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اگر کوئی مفتی اپنے اجتہاد اور اپنی بصیرت کی بنا پر کسی ایسے قول کی تائید کر رہا ہے جو اپنے

---

(۱) ایضاً، ص: ۲۱۲۔۲۳۳

(۲) ایضاً، ص: ۲۰ نیز دیکھیے ص: ۷، ۳۴، ۴۱۲ وغیرہ

(۳) امام ابن تیمیہ، ص: ۵۳۳

امام کے مشہور مسلک کے خلاف ہے تو وہ گویا اپنے ہی امام کے حکم کی پیروی کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر ایک امام کا یہی قول تھا کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو پھر ہمارے قول کو ترک کر دو۔ آپ نے کتب متقدمین پر بھی اعتماد کیا۔ کبھی کبھار جواب دیتے ہوئے متوقع اشکال کا حل بھی پیش کر دیتے۔

آپ سوالات کے جوابات عموماً تفصیل سے لکھتے تاہم بعض اوقات مختصر جواب پر ہی اکتفا کر لیتے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ کے ذریعے الحاد و دہریت اور شرک و بدعات کا قلع قمع کرنے کی بھرپور جدوجہد کی۔ آپ کے فتاویٰ اہل اسلام کی زندگی سے مربوط تھے، اسی وجہ سے اہل علم کے ہاں بالخصوص عالم عرب میں آپ کے فتاویٰ کو بہت پذیرائی ملی ہے۔